

تصدیق لفظ شیعہ

بجواب

تحقیق لفظ شیعہ

مصنف

عبد الکریم مشتاق

(حدیث نبوی)

(فرمان رسول)

مَنْ جَابَدَنِي عَنِ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَنْتَ ذَوِي الْقُرْبَى
 هَهُنَا الْفَائِزُونَ
 ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ فرمایا
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ: اے علیؑ، تو
 اور تیرے شیعہ جنتی ہیں (ذابت المسکت)

(چوتھا ایڈیشن اضافہ شدہ)

تصدیق لفظ شعبہ

(قرآن مجید احادیث رسول لغت اور تاریخ کی روشنی میں)

بجواب

تحقیق لفظ شعبہ "مؤلف محمد امین صاحب خادم الحدیث کاموٹی
 از قلم: عبدالکریم مشتاق

ناشرانہ: رحمت اللہ علیہ کی جگہ
 رام پٹن روہمی بازار
 کھار اور کراچی

سینل سکریٹری
 مہاراشٹر آر ایف بی آر سی

۲
سبیل سکینہ

ذہنیات آباد، پرنٹ نمبر ۸۹-۸



بفضل خدا بظہیر رسول خدا و شہید خدا ناچیز کو ۱۹۷۸ء میں رسالہ
تالیف کرنے کی توفیق نصیب ہوئی۔ اب اس کا پانچواں ایڈیشن آپ
کے زیر نظر ہے۔

جماعت اہل حدیث کے ایک صاحب مستی محمد امین صاحب خادم کامونکے۔
رضلع گو جوائز الہ نے ایک رسالہ بنام "تحقیق لفظ شیعہ" شائع کیا۔ جس میں لفظ شیعہ کو
مذہب اور خدا کا نام سندیہ لفظ قرار دیا۔ چونکہ نام کا سوال تھا لہذا فیرت ایمانی
نے جویش مارا اور ٹوٹی پھوٹی عبارت میں یہ مختصر جواب دے کر معاند کے دانت
کھٹے کر دیئے تا دم تحریر یہ رسالہ لا جواب ہے حالانکہ اسے بذریعہ رجسٹری ڈاک
خادم صاحب کو ارسال کر دیا تھا۔

جب خادم صاحب سے رجوع کیا گیا کہ آپ نے جواب کے بارے
میں سکوت کیوں فرمایا تو انہوں نے بایں الفاظ جواب دیا۔

آپ کی کتاب "تصدیق لفظ شیعہ" کا جواب اس لئے نہیں دیا کہ اس میں کوئی
مواد بھی قابل جواب نہیں ہے۔ یہ کتاب میری تصنیف "تحقیق لفظ شیعہ" کا
برہر طور پر تائیدی ثبوت پیش کرتی ہے پس مندرجہ بالا عبارت کے مفہوم سے ثابت
کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے خادم صاحب کو اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے اور میری ہر بات
کو ان کی تائید حاصل ہے۔ الخوشی نیم رضا۔ شکر اللہ (مؤلف)

تصدیق لفظ شیعہ

قرآن مجید احادیث رسول لغت اور تاریخ کی روشنی میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ

الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ

قَالَ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِ الْبَحْرِ الطَّیْبِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَلَّتْ اَبْنِیْكُمْ اِبْرٰهَیْمَ مَا هُوَ سَمَّاكُمْ السُّلَیْمِیْنَ ۷

(پارہ ۷ سورہ فتح آیت ۲۷)

آیت منقولہ میں ارشاد ربّانی ہے کہ ملت تمہارا نام مسلمان رکھا۔
اُمّی نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔

الرحمہ اس آیت مبارکہ میں خطاب اُن استیوں سے ہے جو ذریتِ ابراہیم
ہیں۔ کیونکہ لفظ "اَبْنِیْكُمْ" موجود ہے اور ظاہر ہے کہ تمام مسلمان اولادِ
ابراہیم نہیں ہیں۔ تاہم سب مسلمان مدعیانِ اتباع ہونے کی وجہ سے
"ملتِ ابراہیم" کہلاتے ہیں۔ لیکن آج ہم مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ
کر اسلام کو نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ مسلمانوں میں کسی قسم کی بھی یک جہتی نہیں ہے
اور اس قدر اختلاف ہے کہ نو وارد کیلئے تحقیقِ حق جوئے بشیرانے کے مترادف ہے

لیکن بمطابق کلامِ خدا اسلام "دینِ قدیم" ہے۔ لہذا حقیقی اسلام کسی بھی لمحے نیا نہیں ہو سکتا۔ البتہ بوجہ اختلافات اُسے شناخت کر لینا ذرا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہر داعیِ اسلام پر واجب ہے کہ وہ تعصب و طرفداری کو بالائے طاق رکھنے ہوئے انتہائی خلوص اور دیانت داری سے تلاش کرے کہ حقیقی اسلام کس گروہ میں ہے؟

اس تلاش میں ایک محقق کے لئے بہت سے مسالک کی چھان بین فروری ہوگی۔ لیکن راقم الحروف کے نزدیک یہ کام کوئی زیادہ مشکل نہیں ہے۔ اس کے لئے ہم صرف یہ دیکھتے ہیں کہ اگر اسلام "دینِ قدیم" ہے تو یہ امر محال ہے کہ کسی بھی وقت اصل دین اس دنیا میں موجود نہ ہو۔ کیونکہ ایسا تسلیم کر لینے سے انکارِ کلامِ الہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اب ہم تاریخِ اسلام کی مدد سے بڑی آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ اسلام کے سب سے پرانے گروہ صرف دو ہیں۔

۱۔ سنی ۱۲۔ شیعہ

ان کے علاوہ دیگر مذاہب کا وجود قرنِ اولِ صحابہ و تابعین کا زمانہ میں نہیں تھا۔ لہذا ان ہی دو میں کا ایک مذہب زاہد حق نبرہ ہے۔

اس ضمن میں جب ہم دونوں مذاہب کا موازنہ کرنا شروع کرتے ہیں تو سب سے پہلے ان کے انقباضیہ خدو آجاتے ہیں۔ یعنی اہلسنتہ والجماعتہ (سنی) اور شیعہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید میں لفظ سنی یا اہلسنتہ والجماعتہ کا کلمہ ایک جگہ بھی نہیں مل پاتا۔ اسی طرح احادیثِ نبوی

میں بھی یہ نام بطور مذہب مفقود ہے۔ دوسری جانب ہم دیکھتے ہیں کہ شیعہ کا لفظ قرآن مجید میں متعدد مرتبہ آیا ہے۔ مختصر یہ کہ لقب "شیعہ" قرآنی ہے اور اسی طرح احادیث و اخبار پیغمبر میں بھی "شیعہ" کا ذکر کئی جگہوں پر ہے۔ یہ خاصیت صرف مذہب شیعہ ہی کو حاصل ہے کہ اس کا نام قرآن حکیم اور احادیث میں ملتا ہے، اور باقی اسلامی فرقوں کو یہ شرف حاصل نہیں ہے۔ اور یہ ایسا صحیح دعویٰ ہے جو کسی بھی صورت سے غلط ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ باوجودیکہ بعض افراد نے کوشش کی کہ اپنے مذاہب کو قرآن مجید سے ثابت کر سکیں اور "شیعہ" کی تردید کریں۔ لیکن سخت ناکام ہے انہی لوگوں میں سے مسی محمد امین صاحب خادم میں جنہوں نے منکے کا سہارا لیتے ہوئے لکھا، "امت محمدیہ کا واحد نام مسلمان ہے۔ اور یہی نام ہر نبی پر ایمان لانے والوں کا مرقوم ہے۔ لیکن "شیعہ" نام سے کسی نبی کی امت کو قرآن نے ظاہر نہیں کیا۔ اس لئے خدا اور انبیاء کے منتخب شدہ نام چھوڑ کر اپنے مذہب کا شیعہ نام رکھنا قرآن حکیم کے خلاف ہے" ص ۱۰

(تحقیق لفظ شیعہ، مہاشقہ محمد امین خادم۔ انجمن شبانہ اہل حدیث رجسٹرڈ کامونٹی)

اگر یہ بات جو خادم صاحب نے تحریر کی ہے درست فرض کر لی جائے تو تمام اسلامی فرقوں کے نام ختم کر دینے چاہئیں۔ اور اس سلسلے میں سب سے پہلے ان ہی کو "اہل حدیث" نہیں لکھنا چاہیے۔ حالانکہ محولہ کتابچہ پر پہلی حروف میں "انجمن شبانہ اہل حدیث" لکھا ہے۔ جہاں تک امت محمدیہ کے

واحد نام "مسلمان" ہونے کا تعلق ہے تو اس پر سارے فرقے علماء متفق ہیں اور خصوصاً "شیعوں" کا مسلمان ہونا تو سبھی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ فرقہ بندی ہو چکی ہے اور امت میں اختلاف ہو گیا ہے لہذا اپنے اپنے عقائد و ارکان کے مطابق شناخت کے طور پر مختلف گروہوں نے نئے نئے الگ الگ نام تجویز کر لئے ہیں۔ لیکن نئے شیعانے علیؑ کا نام "شیعہ" کوئی نیا نام نہیں ہے۔ اور یہ بات ابتدا میں ثابت کر دی گئی ہے۔

کیا "شیعہ" نام رکھنا خلاف قرآن ہے؟

اُسے یہ سوال زیر غور آتا ہے کہ کیا مسلمان کے لئے "شیعہ" کہلوانا قرآن مجید کے خلاف ہے؟ چنانچہ اس سوال کا جواب ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی سے دریافت کرتے ہیں۔ اے خلیلِ خدا آپ نے ہی ہم مسلمانوں کا نام "مسلمان" رکھا لہذا فرمائیے کیا ہم مسلمان ہوتے ہوئے "شیعہ" کہلوا سکتے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی اس آیت کو دیکھو کہ میں (جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا اور اس نام کو اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے پسند کیا۔) نے خود اپنے آپ کو اپنے خلیلِ ربِ جلیل سے "شیعہ" کہلویا۔

وَأَنْ مِنْ شَيْعَةٍ لِأَبْرَاهِيمَ (۲۱۳/۱۱۱) الصافات

(بے شک ابراہیمؑ (نوح کے) شیعوں میں سے تھے)

اب جب کہ خود صاحبِ ولایت ہستی جس نے ہمارا نام مسلمان رکھا

اپنے کو شیعہ کہلوانا روہ بھی بزبانِ خدا خلافِ قرآن نہیں سمجھتے تو پھر خاتم صاحب کا مفروضہ یکسر باطل قرار پا جاتا ہے۔ البتہ شیعہ کے علاوہ دیگر القابات جو برادرانِ اسلام نے منتخب کئے ہوئے ہیں وہ خلافِ قرآن ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کا تذکرہ کتابِ صادق میں کسی جگہ نہیں ملتا ہے۔ چنانچہ اب ہم لفظ ”شیعہ“ کی تحقیق پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین فیصلہ کر سکیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم لفظ ”شیعہ“ کے لغوی معنی کسی لغت سے نقل کریں ہم کتابچہ ”تحقیق لفظ شیعہ“ مصنف محمد امین خاتم شائع کردہ انجمن شبان الحدیث کامونکے کے صفحہ نمبر ۱۴ سے عبارت نقل کرتے ہیں تاکہ محمد امین صاحب خاتم اور ان کے ہم نواؤں کے لئے حجت قرار پائے۔

”شیعہ“ کے معنی

لفظ ”شیعہ“ عربی ہے جو کہ عام طور پر فرقوں اور گروہوں پر بولا جاتا ہے۔ گو کوئی ہو۔ ایجان دار یا کافر، پاک ہو یا پلید لیکن خاص طور پر اس نام سے رافضی حضرات کو یاد کیا جاتا ہے۔ اور لغت میں اس لفظ کا معنی (شیعہ کا) گروہ بیان کیا گیا ہے اور قرآن پاک میں یہ لفظ کافی جگہ وارد ہوا ہے۔ (لغوی معنی شیعہ فرسے، اگر وہ شیعہ کی جمع شیعاً شیعۃ ہے اس کے گروہ شیعۃ مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ہے۔ ۲/۱، ۲/۲ شیعۃ فرسہ گروہ اصل میں شیعاء کے معنی انتشار اور تقدیر کے ہیں جس سے انسان کو تقویٰ

ہو۔ اور جو اس سے نکلے اور پھیلے ہوں۔ وہ اس انسان کے شیعہ یعنی اس کا فرقہ اور... پارٹی ہیں شیعہ کا اطلاق واحد تشبیہ جمع مذکر مؤنث سب پر استعمال ہوتا ہے۔ شیخاۃ اشرار جمع ہے ۱۶ پر تو یہ لفظ شیعہ کا لغوی معنی "محمد امین صاحب خاتم کے بیان کردہ معنی کے بعد اب ہم عربی زبان کی مشہور لغات میں سے لفظ شیعہ کے معنی نقل کرتے ہیں۔

تفسیر کشاف جلد نمبر ۱ ص ۲۱۹ مطبوعہ مصر
لغات "لفظ شیعہ" بروزن فعلہ اسم صفت ہے۔

اس مرد یا عورت کا یا اس جماعت کا جو تابعداری کرے۔
 تفسیر بیضاوی جلد نمبر ۱ ص ۲۴۴ مطبوعہ مصر
 "شیعہ" کا وزن فعلت ہے جیسے فرقہ اور مراد اس سے وہ جماعت ہے جن نے تابعداری کی اور اس کا مادہ شیعہ ہے۔

جلد نمبر ۲ ص ۴۴ میں ہے کہ اس میں مذکر مؤنث واحد
القاموس جمع سب برابر ہوتے ہیں (یعنی لفظ شیعہ واحد

تشبیہ جمع مذکر مؤنث پر مساوی طور پر واقع ہوتا ہے)۔
 المنجد ص ۴۲۳ پر ہے کہ کسی مرد کے شیعہ سے مراد اس کے تابعدار اور مردگار ہوتے ہیں۔ (اسی لئے ہم شیعان علی ابن ابی طالب ہیں) نیز دیکھئے منتہی الارباب جلد نمبر ۱ ص ۲۵ اور تفسیر جملہ جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۵۴۱۔

یہاں اضافت ہو تو اس کے معنی ایسی جماعت کے ہوتے ہیں جو کہ کسی

اور متفق اور مجتمع ہو جائے۔ (تفسیر بیضاوی جلد نمبر ۱ ص ۲۷۹)

”شیعہ“ جمع ہے شیعہ کی اور وہ اس فرقے کا نام ہے جو متفق ہوا اور پر کسی طریقے اور مذہب کے اور اسی لئے اس کی جمع کی مذمت آتی ہے کیونکہ اتفاق و اتحاد ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ شیعہ مذہب واحد کا نام ہے۔ مختلف ہوئے تو شیعہ نہ رہے۔ جو قوم کسی امر پر مجتمع ہو جائے پس وہی لوگ شیعہ ہیں۔ یعنی لفظ ”شیعہ“ کے لغوی معنی بصورت اضافت تابعدار اور مددگار افراد ہوئے اور بلا اضافت متفق و مجتمع قوم۔ اب ظاہر ہے کہ جس قوم کے افراد صالح ہوں گے اور امر نیک پر اتحاد ہوگا وہ قوم صالح ہوگی۔ مذہب شیعہ کے لوگ محمد و آل محمد کے تابعدار ہیں اور محب ہیں۔ ساری قوم شیعہ مذہب محمد و آل محمد پر متفق و مجتمع ہے۔

جیل سینٹر پاکستان
حیدرآباد سندھ

قرآن اور لفظ ”شیعہ“

محمد امین صاحب خادم مولف رسالہ ”تحقیق لفظ شیعہ“ لغوی معنی لفظ ”شیعہ“ نقل کرتے وقت تک تو امین رہے اور تسلیم کیا کہ لفظ ”شیعہ“ ایماندار ہو یا کافر پاک ہو یا پلید سب پر بولا جاسکتا ہے اور اس کے معنی نقودیت کے ہیں جس سے انسان کو قدرت حاصل ہو۔ لیکن آگے چل کر تعصب نے ان کو امین سے خائن بننے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

”قرآن پاک میں اس لفظ شیعہ کو پہلی آیتوں کے کفار، بدکردار اور فاسق مشرکین

پر استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک کی دس آیات میں لفظ شیعہ وارد ہوا ہے
(ص ۵ رسالہ مذکورہ)
اس کے بعد مندرجہ ذیل آیت مع ترجمہ مولوی مقبول احمد صاحب نقل
کرتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ فَتَرُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شَيْعًا لَسْتُ
بِمُطَّلَبٍ فِي شَيْءٍ إِنَّهَا أُمَّرُهُمْ (حی اللہ ط

(پہ سورۃ الانعام نمبر ۱۵۹)

بے شک وہ لوگ جنہوں نے دین میں فرقہ بندی کی اور گروہ گروہ
ہو گئے (اسے نبی) آپ کو ان سے کسی معاملہ میں سروکار نہیں ان کا معاملہ
صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ترجمہ کے بعد تفسیر لکھتے ہوئے امین صاحب
تسلیم کرتے ہیں کہ یہ بیت یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کے لئے نازل ہوئی
اس کے بعد لکھتے ہیں۔

(آجے ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ اس آیت میں لفظ شیعہ کن لوگوں پر
استعمال ہوا ہے۔ یہ اہل بدعت و اہل ضلالت کے حق میں وارد ہوا ہے
بالجملہ جس نے توحید الہی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
اور جماعت سلف صالحین سے انحراف کیا وہ سب اسی حکم میں داخل
ہیں: (ص ۶)

آیت منقولہ میں "کاؤ شیعاً" کے معنی فرقہ فرقہ ہو گئے ہیں۔ جو مولوی
اعتبار سے درست ہیں۔ لیکن کوئی بھی عقلمند انسان لفظ "شیعہ" کو محض

اس بنا پر معبود قرار نہیں دے سکتا کہ یہ کفار و مشرکین کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اگر ایسا ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ اسی آیت میں لفظ "دین" بھی تو کفار ہی پر استعمال ہوا ہے۔ پھر کیا معاذ اللہ "دین" کا لفظ بھی معبود ٹھہرا؟ اسی طرح پچھلی آیتوں کے لئے "امت" و "ملت" وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں تو کیا یہ الفاظ بھی معاذ اللہ قابلِ قدر ٹھہریں گے؟ اور دیگر الفاظ جو بھی کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کے لئے استعمال ہوئے کیا وہ سب کے سب قابلِ خدمت ہوئے؟

اگر دماغ درست ہو تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایسا استدلال کہ لفظ "شیعہ" یہود و نصاریٰ و مشرکین کے لئے استعمال ہوا لہذا مذموم ہے قطعی غلط اور بے بنیاد ہے۔

اگر بالفرض اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ جو لفظ کسی گمراہ کے لئے وارد ہو جائے وہ قابلِ نفرت ہے تو مندرجہ ذیل آیت کے متعلق کیا فیصلہ کیجئے گا۔

ومن الناس من يشرى لهواً الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم يتخذا

هزواً اولئك لهم عذاب مهين ﴿۱۳﴾
 ترجمہ: اور بعض آدمی وہ ہیں جو حدیث کے مشغلے کے خریدار ہوتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں۔ اور اس کو مذاق بنالیں۔ ان کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

اگر بالفرض محمد امین صاحب خادم کے وضع کردہ قاعدہ کو مان لیا جائے کہ قرآن مجید میں جو لفظ گمراہوں اور فاسقوں کے لئے استعمال ہوا ہے اسے ہم ہر مقام پر نہ موم سمجھا جائے تو امین خادم صاحب کو سوچنا پڑے گا کہ ”حدیث ، کالفظ گمراہوں کی فضولیات پر آگیا ہے۔ پھر اہل حدیث، امام کا کیا بنے گا؟ انجمن مشابہ اہل حدیث والے اچھی طرح غور کر لیں یا تو اہل حدیث کہلانا چھوڑ دیں یا امین صاحب کے پیش کردہ قاعدہ کو غلط تسلیم کریں۔

ایک بات اور بھی یاد رکھئے کہ قرآن مجید میں لفظ ”آئمہ گمراہوں کے لئے بھی آیا ہے۔

”وَجَعَلْنَا هُمُ الْآئِمَّةَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ“

یعنی ہم نے ان کو جہنم کی جانب دعوت دینے والے امام قرار دیا لہذا اہل حدیث حضرات کو چاہیے کہ صحیح بخاری والے اسمعیل بخاری کو چھوڑ دیں اور یہی بات اپنے دوسرے اماموں کے منسلق بھی ملحوظ رکھیں۔

۷۔ اسی پر خادم صاحب لکھتے ہیں کہ۔

۳۔ فرقے ” اور فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے نبی اسرائیل میں ۲۷ فرقے ہوئے اور میری امت میں ۷۰ فرقوں میں بیٹ جائے گی۔ سب دوزخ میں جائیں گے۔ سوائے ایک فرقہ کے جو اسی طریق پر چلے گا جس پر میں ہوں اور میرے صحابی ہیں۔

”وَمَا عَلَيْنَا وَمَا نَا عَلَيْنَا وَأَصْحَابِي“

اب ناظرین خود فیصلہ کریں۔ کیا یہ بدعتیں جو آج مورہی ہیں مثلاً ماتم کرنا
تغزیہ بنانا اور نکالنا اور کونڈے بھرنانا، گیا دھویسے دینا، پیدائش رسول
پر جلوس نکالنا وغیرہ وغیرہ۔

تذیہ تمام باتیں خارج از موضوع ہیں۔ اگر ان کا جواز دیکھنا چاہیں تو
میری کتاب "چوڈا کا مسئلہ" پڑھ لیجئے۔ یا یقیناً حکم مصنف جناب مولانا
الشیخ محمد علی ٹیلیوٹی صاحب کا مطالعہ فرمائیے۔

البتہ، فرقوں والی حدیث پر کچھ عرض کرتا ہوں۔ حدیث موصوفہ
شہرت کی حامل ہے، ہر طبقہ کے علماء کی کثیر تعداد نے اس خبر پر خاموشی اختیار
کی ہے اور امت کی اکثریت اس حدیث کو صحیح سمجھتی ہے۔ حتیٰ اگر ائمہ کبار
نے بھی کتاب لہذا کے پہلے تین ایڈیشنوں میں اس حدیث پر کوئی تبصرہ نہیں
کیا ہے۔ لیکن تقاضائے وقت ہے کہ اس روایت پر اپنے خیالات کا اظہار
پیش خدمت کر دوں۔ اس مضمون کی روایات کتب احادیث میں مختلف
طریقوں سے نقل کی گئی ہیں اور فریقین اسے قبول کرتے رہے ہیں۔ لیکن چونکہ
میرے لئے صرف ثقین رسول ہی ہادی ہیں۔ لہذا متمسک بالثقلین ہونے
کی حیثیت سے میرا عقیدہ یہ ہے کہ قول معصوم خلاف قرآن اور عقل و دانش
نہیں ہو سکتا۔ پس میرے ذاتی تاثرات حدیث مذکورہ کے بارے میں یوں
ہیں۔

اگر حدیث مذکورہ کی روایت و درایت کو واقعات کی روشنی میں پرکھا
جائے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ معاویہ ابن ابوسفیان نے اپنی بقا و استحکام

حکومت کی خاطر اسے وضع کیا۔ چنانچہ احمد اور ابو داؤد نے اس روایت کو معاویہ
 ہی سے نقل کیا ہے۔ نیز ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عمر سے بھی یہ حدیث لکھی
 گئی ہے جیسا کہ ترمذی نے جامع کی کتاب العلم میں نقل کیا ہے۔ کچھ لوگوں
 نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے بھی منسوب کیا ہے تاکہ نبی ہاشم کے مقابلہ میں بطور
 سند کام آسکے۔ لیکن چونکہ موضوع تحریر اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اس حدیث
 پر تفصیل گفتگو کی جائے تاہم اس حدیث کو ضعیف و من گھڑت ثابت کرنے
 کے لئے اول دلیل یہ ہے کہ حدیث مطابق واقعہ نہیں ہے کیونکہ اس وقت
 اسلام میں ۳۴ فرقے نہیں ہیں بلکہ سینکڑوں ہیں۔ لہذا خبر رسول معاذ اللہ
 جھوٹے ہوتی یہ امر محال ہے کہ صادق دابین رسول جھوٹی پیشگوئی
 کرے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ حضور نے محاورہ کے طور پر ۳۴ فرما دیا
 حالانکہ مراد کثرتِ فرقہ ہے تو بھی یہ غلط ہے کہ عربی میں کثرت کے لئے
 عربی محاورہ ستر کا عدد بنتا ہے۔ حالانکہ یہاں ۲، ۳ اور ۴ دونوں
 اعداد واضح طور پر بیان ہوئے ہیں۔ پس چونکہ اس حدیث کو درست
 مان لینے سے صداقتِ رسول معاذ اللہ مجروح ہو جاتی ہے۔ اس لئے
 یہ حدیث من گھڑت ہے۔

۱۴۴۰ھ میں بخاری اور صحیح مسلم میں بعض اصحاب رسول
 کا جہنم میں جانا مرقوم ہے کہ کتاب الحوض اور بعد از رسول حضرت ابوبکر کے دور میں فقہانہ
 رو نما ہوا۔ اور اصحاب دین سے پھر گئے۔ اس لحاظ سے بھی حدیث سچی ثابت
 نہیں ہوتی ہے۔ پس علماء کے اقوال تخریج صدق پیغمبر کے سلسلے کوئی وقعت

نہیں رکھتے۔ لہذا حدیث غلط ہے۔

آیت دوم :-

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا يَا فُوتِكُمْ
أَوْ مِنْ تَحْتِ الرُّجُلِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ شِيْعًا وَيُزِيْقُ
بَعْضَكُمْ رِبَاسَ بَعْضٍ

ترجمہ :- کہہ دو کہ وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب
اوپر کی طرف سے بھیجے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا
تمہارے ایک گروہ کو دوسرے سے لٹا دے۔ اور
تم میں سے ایک کو ایک کی سختی کا مزہ چکھائے۔ (پ ۱۱۶)
(یہاں بھی لفظ شیعہ بمعنی گروہ یا جماعتیں استعمال ہوا ہے)
آیت سے سوئم :-

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِيْنَهُمْ وَكَانُوا
شِيْعًا

اور نہ ہو مشرکین میں سے جن لوگوں نے ٹکڑے ٹکڑے کیا دین کو

اور بٹ گئے کئی جماعتوں میں

آیت سے چہارم :-

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيْعِ الْأَوَّلِينَ مَا يَعْطِفُهُ
مِنْ رُسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤْنَ رَبِّهَا ۙ
البتہ تحقیق ہم نے آپ سے پہلے گروہوں میں رسول بھیجے ہیں

مگر کوئی رسول ایسا نہ تھا جس سے انہوں نے ٹھٹھا نہ کیا ہو۔
آیتیں پیچھ :-

اِنَّ نُرْعَوْنَ عَلٰى فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلْ اَهْلَهَا شِيعًا... ۱۱

(پ ۲۸)

ترجمہ :- بے شک فرعون سرزمین میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا۔ اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا اور ان میں اسی سے ایک گروہ کو کزور کر رکھا تھا کہ ان کے بیٹوں کو قتل کراتا تھا۔ اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ (ظاہر ہے کہ ان ہی گروہوں میں سے ایک گروہ حق پر تھا اور اس کو شیعہ کہا گیا ہے) واقعی وہ فسادیوں میں سے تھا آیتیں ششم :-

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلَىٰ حِينٍ عُفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتُلَانِ هٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاَسْتَعَاثَهُ الَّذِىٰ مِنْ شِيعَتِهِ

عَلَى الَّذِىٰ مِنْ عَدُوِّهِ... (پ ۲۸)

ترجمہ :- اولاً موسیٰ (ؑ) شہر میں ایسے وقت پہنچے کہ وہاں کے باشندے بے خبر تھے تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا ایک تو ان کا اپنا شیعہ تھا اور دوسرا دشمن سر جو ان کا شیعہ تھا اس نے مرثیے سے اس کے مقابلے میں

جو اس کا دشمن تھا مدد چاہی تو مومنوں نے اس کو ایک گھونسا مارا سو اس کا کام
 ہی تمام کر دیا۔

آیت ہفتم :-

وان من شیعته لابراہیمہ اذ جا عربہ بقلب
 سلیمہ اذ قال لابیہ وقومہ ما ذا یعبدون ط
 ترجمہ :- اور بے شک ابراہیم شیعہ تھے جب وہ آئے اپنے
 رب کے پاس قلب سلیم کے ساتھ اور حیب انہوں نے کہا اپنے باپ
 اور قوم سے کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو۔

آیت ہشتم :-

ولقد اهلکنا اشیاء کم فہل من مدکور القرین،
 ترجمہ :- اور ہم نے ہلاک کیا تمہارے جیسے گروہوں کو کیا
 کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا۔

جیل بیکینر
 حیدرآباد سندھ، پاکستان

آیت نہم :-

کما فعلابہ اشیا علیہ من قبل انہم کانوفی
 شک صدیق

ترجمہ :- جیسا سلوک کیا گیا ان کے ہم مشرکوں کے ساتھ
 جو ان سے پہلے تھے یہ سب بڑے شک میں تھے۔ جن نے
 ان کو تڑ میں ڈال دیا تھا۔

آیت دہم :- ثم لیتذعن من کل شیعۃ ایلہ

استد علی التَّوْحِيدِ عَتِيَا (سورہ مریم ۱۶)
 توحید :- پھر ہر گروہ میں سے ان کو جدا کریں گے جو ان سب
 سے زیادہ اللہ کی سرکشی کیا کرتا تھا۔

قرآن مجید میں محمولہ آیات میں لفظ "تشیعہ" گروہوں تا بعد از جماعت
 اور فرقہ وغیرہ کے معنی میں بلا لحاظ مومن و مشرک، متقی و ناستق وارد ہوا ہے
 اور امین صاحب نے جو خود ساختہ تشریحات ان آیات کے ضمن میں کی ہیں
 فضول ہیں کہ موضوع سے ان کا واسطہ نہیں اور ان کا وضع کردہ کلیتہً کہ
 چونکہ لفظ شیعہ غیر صالحین اور بدکاروں کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے
 لہذا مذموم ہے ہم ابتداء ہی میں باطل قرار دے چکے ہیں۔ تفسیر و تیرہ وغیرہ
 کے مسائل اور دیگر اختلافات پر بحث دیکھنا مقصود نہ تو ہماری جانب
 سے ہر مسئلہ پر مسکت کتاب میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ اصل نفس مضمون یہ
 ہے کہ لقب شیعہ قرآنی ہے اور شیعہ کا غیر معنی "السنۃ والجماعۃ بتیۃ الحمدیث وغیرہ
 لا ذکر قرآن مجید میں بطور جماعت، گروہ یا مذہب بالکل موجود نہیں ہے۔ پس
 جس مذہب کا نام و نشان قرآن میں نہ ہو اسے ایسے مذہب پر فوقیت حاصل
 نہیں ہو سکتی جس کا نام کئی مرتبہ اللہ نے کتاب ہدایت میں وحی کیا ہو۔ لہذا
 ثابت ہوا کہ حق اسی گروہ میں ہے جس کا لقب متعدد بار ثقل اول قرآن مجید
 میں دہرایا گیا ہے۔ پس شیعہ کے علاوہ دیگر مذاہب اس شرف سے محروم
 ہونے کی وجہ سے دعویٰ حق نہیں کر سکتے۔

”شیعہ“ کے اصطلاحی معنی

واقع ہو کہ جس وقت کوئی لفظ اپنے لغوی معنی بدل کر اصطلاحی معنوں کا جامہ پہن لینا ہے تو اس کے معنی خاص ہو جایا کرتے ہیں جیسے ”حدیث، لغوی معنی، ”بات ہے“ لیکن جب کبھی بھی اب لفظ ”حدیث، استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے عام معنی کی طرف توجہ نہیں کی جاتی چنانچہ اس ہی قاعدے کے تحت ہم اسلامی اصطلاح میں لفظ ”شیعہ“ کے معنی دیکھتے ہیں۔

اصطلاح اہل اسلام میں ”شیعہ“ اسم مذکر ہے۔ یعنی لفظ شیعہ اسم بالغلبہ ہے ہر اس شخص کا جو محبت رکھتا ہے حضرت علیؑ سے آپ کے اہلبیتؑ سے حتیٰ کہ یہ انکا خاص نام ہو چکا ہے اور معنی عام سے معنی خاص کی طرف اس طرح منقول ہو چکا ہے کہ بلا قرینہ لفظ ”شیعہ“ سے صحابی علیؑ و قاطبہؑ سمجھے جاتے ہیں۔“

دیکھئے لغات ۱۔ القاموس جلد نمبر ۳ ص ۷۶۔ المنجد ص ۴۲۳ تفسیر ایک

جلد نمبر ۱ ص ۷۶ حاشیہ نبر، وغیرہ وغیرہ

اب یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ اصطلاح اسلام میں جب بھی لفظ شیعہ استعمال ہوگا تو اس سے مراد صحابہ علیؑ و اولاد علیؑ ہوں گے۔

شاہ عبدالعزیز محدث اہلسنت دہلوی کا اعتراف

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ کہتے

ہیں کہ شیعوں کے ساتھ ملائیمہ مذاہب آپ ہی نے ہندستان میں سب سے پہلے قائم کیا۔ مولوی نصر اللہ کابلی صاحب کی ایک کتاب مغربی صواقعہ کو شاہ صاحب نے فارسی الفاظ میں ڈھال کر شیعوں کے خلاف ایک کتاب لکھی جسے "مخففہ اشاعتیہ" کہا جاتا ہے۔ اس کتاب کو حلقہ ہند میں بہت بڑا مقام حاصل ہے اور سچ پڑھیں تو یہی کتاب ہندستان میں مذہب شیعہ کی تبلیغ کا باعث بنی اور شیعوں نے دل کھد کر میدان مناظرہ میں حصہ لیکر مخالفین ہی سے داد و تحسین حاصل کی اور بہت کم مرہ میں سنی حضرات کی کثیر تعداد نے مذہب حقہ قبول کر لیا۔ اور آج بھی مخففہ کے جواب میں لکھی گئی کتابیں لاجواب ہیں۔ شاہ صاحب موصوف نے دل کھد کر شیعوں کے خلاف بھرپور اس نکالی ہے مگر حقیقت کو وہ بھی نہیں چھپا سکے ہیں۔ چنانچہ ص ۲۸ پر لکھتے ہیں۔

و لقب شیعہ کی ابتدا جماعتی طور پر ۱۲۶۷ھ میں ہوئی جبکہ امیر المؤمنین خلافت ظاہرہ پر متمکن ہوئے۔ پھر ص ۹ پر یوں لکھا:

شیعہ کے چار فرقے ہیں۔ ان میں سے ایک فرقہ وہ ہے جو اہل سنت والجماعت کے لقب سے ملقب ہے۔ وہی شیعہ اولیٰ تھے۔ مخلصین صحابہ اور تابعین بھی شیعہ اولیٰ تھے۔ ص ۱۰، پھر ص ۱۱ پر یوں فرماتے ہیں۔

شیعہ اولیٰ فرقہ سنیہ اور تفصیلیہ کا نام ہے۔ پہلے زمانے میں یہ رُسنی بھی شیعہ لقب سے ملقب تھے۔ لیکن حبیب غالیوں، رافضیوں، زیدیوں اور عامیلیوں نے اس لقب سے اپنے آپ کو ملقب کیا تو اعتقادی اور عملی باتوں کے تکیب

صل براہ نواز سنی شیعوں کو قاتل حسین کہنے سے پہلے یہ بات سونجھ لیا کریں۔

ہم نے سنے۔ تو التیاس باطل کے خوف سے فرقہ سنیہ اور قفیلیہ نے اپنے آپ پر
اس لقب کو پسند نہ کیا اور اپنا لقب اہلسنت والجماعت رکھ لیا۔

(یعنی دین میں ایک بدعت جاری کر لی)

منقولہ بالا عبارت سے یہ بات بالکل ثابت ہو جاتی ہے کہ نام "اہل سنت والجماعت"
یقیناً ۱۸۵۷ء کے بعد ایجاد ہوا۔ پہلے سنی لوگ بھی شیعہ کہلاتے تھے جن میں ان کے
مخلص صحابہ اور تابعین بھی شامل تھے۔ لہذا امین صاحب کی یہ توضیح کہ لفظ
"شیعہ" چونکہ ناسیقین و منکرین کے لئے وارد ہوا ہے لہذا مذموم ہے۔ قطعاً
بے بنیاد اور باطل ہے۔ کیونکہ اگر ایسا فرض کر لیا جائے تو پھر صحابہ کرام اور
تابعین بھی معاذ اللہ اس زور سے محفوظ نہ رہ سکیں گے۔

پس ثابت ہوا کہ لفظ "شیعہ" کو "اہل سنت والجماعت" پر بلحاظ مقدم
ہونے کے فوقیت حاصل ہے۔ اور اہل سنت والجماعت کا نام نہی قرین
مجید میں ہے نہ ہی تاریخ سے اس کی قدامت ثابت ہوتی ہے۔

جناب محمد امین صاحب خادم کی توجیہ ان کی اپنی کتاب خلافت علی امینؑ
حصہ اول کے سرورق کی طرف مبذول کرانا ہوں انہوں نے صفحہ مذکورہ کے دونوں
کونوں پر شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول اس طرح لکھا ہے

مرفوعاً یہ عبدالقادر جیلانی سے جو شخص حضرت عثمانؓ سے افضل نہ جانے وہ
شیعہ ہے اور جو شخص حضرت علیؑ کو حضرت عثمانؓ سے افضل جانے وہ افضی ہے۔
مجھے تعجب ہے کہ خادم صاحب کہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی حضرت علیؑ
سے بلا دت ہے کہ ان کے اہم مبارک پر (رض) لکھنا بھی پسند نہیں کرتے ہیں

دو لڑوں جگہ حضرت عثمان کیلئے (رض) لکھا ہے لیکن حضرت امیر سے عداوت کا اظہار کیا ہے۔ بہر حال اس عبارت سے جو خادم صاحب نے شیخ جبیلانی سے منسوب کی ہے واضح ثابت ہوتا ہے وہ شیعہ کہ مذہب لفظ نہیں جانتے، بلکہ ہر اس شخص کو جو حضرت عثمان کو حضرت علی سے افضل سمجھے شیعہ سمجھتے ہیں۔ جبکہ شیعوں کا عقیدہ اس سے مختلف ہے۔ خادم صاحب اب تو خود ہی اپنے جہاں میں پھنس گئے ہیں۔

قرآنی اثبات اور تاریخی شواہد مل جانے کے بعد تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ملت حضرت ابراہیم کی ہے اور حضرت ابراہیم کا شیعہ ہونا گذشتہ اوراق میں لکھا جا چکا ہے۔ ابراہیم کی ملت ہونے کا دعویٰ اسی وقت درست قرار پاسکتا ہے جب مسلمان ہونے کے ساتھ "شیعہ" بھی ہو۔

عصمت ابراہیم علیہ السلام

مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمَ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا

مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ

ترجمہ :- نہ ہی ابراہیم یہودی تھے نہ نصرانی تھے بلکہ موحد مسلمان تھے مشرکوں میں سے بالکل نہ تھے۔

ایسے معصوم غیر کو "شیعہ" کہا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ لفظ "شیعہ" خدا کا اپنی لفظ نہیں ہے۔ بلکہ اس نے اپنے "خلیقے" کے لئے استعمال کرنے کے لئے پسند فرمایا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ شیعہ دشمنی میں اس قدر متعصب ہو جاتے ہیں کہ برگزیدہ انبیاء کی شان میں بھی گستاخیاں کرنے سے گریز نہیں کرتے چنانچہ محمد امین صاحب خادم اپنے مذکورہ رسالہ کے ص ۱۸ پر حضرت ابراہیم

سے متعلق یوں لکھتے ہیں۔

ان آیات میں حضرت لوز علیہ السلام کی وہ قوم جو کافر و مشرک اور بت پرست تھی اور آپ کے مخالفت چلی تھی اور اسی قوم سے حضرت ابراہیمؑ بھی ان ہی شیعوں سے پیدا ہوئے تھے۔

حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ابدی عصمت کا ثبوت اور پر تجرید کردہ آیت میں ملتے ماکان من المشرکین کے الفاظ موجود ہیں اسی معاذ اللہ خلیل اللہ کو مشرکوں یا بت پرستوں میں سے سمجھنا خلاف قرآن ہے۔

”شیعہ“ کا ذکر احادیث میں

فرق اسلامیہ میں یہ فضیلت صرف شیعہ فرقہ ہی کو نصیب ہے کہ اس کا ذکر قرآن و حدیث دونوں میں ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث از کتب اہلسنت اس امر کی دلیل ہے کہ شیعوں کا وجود در بدر کار رسالت مآب میں موجود تھا لیکن غیر شیعہ کے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا... نازل ہوئی تو حضور پُر نذر نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ وہ
 لوگ جبکی شان میں یہ آیت نازل ہوئی تو اور تیرے شیعہ میں۔ روز قیامت خدا ان
 سے راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہوں گے۔ (روایت اہلسنت)

۱۔ تفسیر فتح قدیر جلد ۵ ص ۴۴۵ علامہ شوکانی

۲۔ تفسیر فتح البیان اہلحدیث علامہ نواب صدیق حسن بھوپالی ص ۲۲۳

۳۔ صدائق محرقہ علامہ ابن حجر مکی ص ۹۶ مطبوعہ مصر

۴۔ تفسیر و منشور علامہ جلال الدین سیوطی جلد ۶ ص ۷۹
اسی طرح مذکورہ کتب میں شیعوں کا ناجی ہونا بھی ثابت ہے جیسا کہ جابر بن عبد اللہ
سے روایت ہے۔

”اے علیؑ! تو اور تیرے شیعہ جنتی ہیں“ (دیکھئے میری کتاب ”اصول دین“)

شیعانِ علیؑ اور ابنِ سبا

اہل بیت اطہار کے مذہب و طریقے پر پردہ ڈالنے کے لئے جو جو حربے
اور جس قدر ادھے ہتھیار استعمال کئے گئے تاریخ ان سے بھر پور ہے۔ اسی سلسلے
کی ایک کڑی فتنہ عبداللہ بن سبا ہے۔ جو ایک نہایت منظم سکیم کے تحت اٹھایا گیا
اور اس نامعلوم شخصیت کو شیعہ قوم کے سرمنڈھنے کی کوشش صرف اس لئے کی
گئی کہ شیعیت کو بدنام کر کے عوام الناس کے سادہ لوح افراد کو بھٹکا یا جاوے
لیکن کڑی کی ہنڈیا ہمیشہ نہیں چڑھا کرتی۔ حق بالآخر غالب آجاتا ہے چنانچہ
آج حقیقین اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ عبداللہ بن سبا کا مذہب شیعہ سے
کوئی واسطہ نہ تھا۔ بلکہ یہ ایک فرضی کہانی ہے۔

دورِ حاضرہ کے عظیم مورخ اور محقق غیر شیعہ ڈاکٹر طرطوط حسین مصری اپنی مشہور
عالم کتاب ”الفتنۃ الکبریٰ“ جلد ۱ ص ۳۲ مطبوعہ مصر میں تحریر کرتے ہیں کہ:

”ابن سبا بالکل فرضی اور من گھڑت چیز ہے،
اور جب فرقہ شیعہ اور دیگر اسلامی فرقوں میں جھگڑے چل رہے تھے
تو اس وقت اسے جنم دیا گیا۔ شیعوں کے دشمنوں کا مقصد یہ تھا کہ شیعوں کے
اصول مذہب میں یہودی عنصر داخل کر دیا جائے۔ امویوں اور عباسیوں کے دور

حکومت میں شیعوں کے دشمنوں نے عبداللہ بن سبا کے معاملہ میں بہت مبالغہ آمیزی سے کام لیا۔ اس کے حالات بہت بڑھا چڑھا کر بیان کئے۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ تھا کہ حضرت عثمان اور ان کے مخالف حکومت کی طرف جن خواہیوں کی نسبت دی جاتی ہے اور ناپسندیدہ امور جو ان کے متعلق مشہور ہیں کو سکر لوگ شک و شبہ میں پڑ جائیں دوسرا فائدہ یہ کہ علی اور اس کے شیعہ لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل و خوار ہوں نہ معلوم شیعوں کے مخالفین نے شیعوں پر کتنے الزامات لگائے اور نہ جانے شیعوں نے کتنی غلط باتیں اپنے دشمنوں کی طرف عثمان وغیرہ کے معاملہ میں منسوب کیں؟ ترجمہ کتاب الفتنۃ الکبریٰ۔ ادارہ طلوع اسلام لاہور نے بھی شائع کیا ہے مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ عبداللہ بن سبا ایک فرضی کردار ہے جو شیعوں کو بدنام کرنے کے لئے تراش لیا گیا ہے۔

واضح ہوا کہ مشہور یوں ہے کہ ابن سبا میں کا ایک یہودی تھا۔ اس نے زمانہ عثمان میں حضرت عثمان کے ہاتھوں اسلام قبول کیا لیکن دل سے منافق تھا۔ حضرت عثمان سے اس کے اختلافات ہوئے لہذا وہ حضرت علی کا حامی ہو گیا۔ حضرت عثمان کے خلاف اس نے غلط قسم کا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ حضرت علی نے اس کو قریب بھگنے دیا۔ لیکن اس نے لوگوں میں نئے نئے باطل عقائد پھیلانے شروع کر دیئے کہ علی وصی رسول ہیں۔ علی خدا ہیں۔ مجھے الہام ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے جنگ جمل میں وہ گروہ امیر المؤمنین میں تھا لیکن اس کے بعد کے حالات نامعلوم ہیں۔ اگر اس سارے افسانے کو نظر تحقیق و بصر دیکھا جائے تو مندرجہ ذیل امور قابل توجہ بن جاتے ہیں۔

۱۔ اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ ابن سبا کا کردار مثبتینہ صحیح ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس یہودی نے اسلام کیوں قبول کیا؟

ب۔ اگر کہا جائے کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر اس نے منافقت سے کلمہ پڑھا تو یہ امر اور بھی حیران کن ہے کہ قرن اول زمانہ اصحاب رسول میں خلیفہ راشد اہلسنت حضرت عثمان کے دور حکومت میں جب کہ عوام کا گروہ اصحاب و تابعین پر مشتمل تھا۔ اس کو یہ جرأت کس طرح ہو گی کہ غلط پر چار کر سکے اور صحابی و تابعین حضرات میں کے کچھ افراد رتھوڑے یا بہت اس کے ہم خیال ہو گئے۔

ج۔ اگر کہا جائے کہ اس نے مدینہ سے دور سپسیٹی کی تو بھی زمانہ عمر میں دور و درنگ فتوحات ہو چکی تھیں اور صحابی ہر جگہ پھیلے ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کے غلط پر چار کا کیا تدارک کیا۔ اور اس کے ہم نوا لوگوں نے اصحاب رسول کی اتباع کیوں نہ کی؟

د۔ جب عثمان نے اس کو دھتکار دیا پھر علیؑ کے ساتھ منافق ہونے کے باوجود وہ جنگ محل میں کیوں آیا؟

ز۔ کیا علیؑ اس کی منافقت اور بد عقیدت سے ناواقف تھے؟

س۔ آخر اس نے حضرت علیؑ ہی کو کیوں منتخب کیا؟ کہ ان کے کندھے پر بنڈق رکھ کر گولی چلائی۔ اور ایسے دشمن دین و ایمان و اسلام کو شیر خدا یا اور کسی مخلص صحابی نے کیفر کر دانک کیوں نہ پہنچا دیا؟

ص۔ جب حضرت عثمان نے اس سے بیزاری اختیار کی تو لوگوں کو اس کا منافق ہونا کیوں نہ بتا دیا کہ ہر کوئی خبردار ہو جائے۔ نیز یہ کہ ارتداد کی سزا کیوں نہ دی گئی۔ کیا کسی جگہ حضرت عثمان کی ایسی رائے محفوظ ہے کہ انہوں نے اس مردود کو منافق و مرتد قرار دیا ہو؟

جب ہم مندرجہ بالا سوالات پر غور کرتے ہیں از خود اس تہے کا استیذان اس پر ہوتا ہے۔ کہ یہ سن گھڑت اور مصنوعی کردار ہے جو محض شیعوں کو بدنام کر سکی

نتیجے

سبلی سکتی ہے
جدا اور ایسا اور اپنے پروردگار

- مندرجہ صد رریان سے حسب ذیل تصریحات ثابت ہوئیں۔
- ۱۔ اُمتِ مسلمہ میں ملتِ ابراہیم کہلانے کا صحیح معقدار وہی ہے جو شیعہ ہو۔
 - ۲۔ ملتِ ابراہیم ہی کا نام مسلمان ہے اور دینِ اسلام دینِ قیم ہے۔
 - ۳۔ دینِ خالص ہمیشہ دنیا میں وجود رکھتا ہے خواہ ظاہر ہو یا پوشیدہ اور تلاش دین واجب ہے۔
 - ۴۔ تحقیق سے ثابت ہے کہ شیعہ اور سُنی دونوں گروہ پُرانے ہیں لہذا ان میں سے ایک راہِ حق پر ہے اور دیگر جماعتیں دینِ قیم کی نہیں ہیں۔
 - ۵۔ لفظِ شیعہ بطور گروہ یا جماعت قرآن میں کی مرتبہ آیا ہے لیکن سُنی یا اہل سنت والجماعت کسی جگہ بھی نہیں لکھا گیا۔ لہذا یہ شیعہ قرآنی لفظ ہے۔
 - ۶۔ شیعہ کے اصطلاحی معنی محبانِ علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔
 - ۷۔ صحابہ کرام اور تابعین سب شیعہ کہلانے لگے اور اہل سنت والجماعت بہت بعد کی ایجاد ہے۔
 - ۸۔ شیعہ سے بدل کر سنیوں نے اپنا نام اہلسنت والجماعت محض ضد میں رکھ لیا۔
 - ۹۔ احادیثِ نبویؐ میں از روئے کتب اہلسنت "شیعہ علیؑ" کا ناجی ہونا ثابت ہے۔ لیکن دوسرے فرقے کے لئے ایسی بشارت کہاں؟
 - ۱۰۔ ابن سبام کا نشانہ شیعوں پر الزام ہے حالانکہ یہ محض فرضی کردار ہے۔
 - ۱۱۔ مذہبِ شیعہ قرآن مجید، احادیثِ رسول اور تاریخِ اسلام سے مکمل طور

شیعوں سے گزارش

مومنینے کو ام! آپ کا مذہب برحق ہے۔ اور آپ کے پیشوا
غایت عالم ہیں۔ آپ محبت محمد و آل محمد علیہم السلام کے دعویدار ہیں۔ آپ سے
گزارش ہے کہ سرکار رسالت مآب اور ان کے اہلبیت اطہار کے اسوہ حسنہ پر
کاغذ لے بننے کی کوشش کیجئے۔

ہمیں فخر ہے کہ ہم اپنے سر کو بلند کر کے اپنے ہر امام کی سیرت کو پیش کر سکتے
ہیں کہ ذکوہ کبھی میدان جہاد سے فراز ہوئے اور نہ ہی شان رسول میں کوئی گستاخ
جملہ استعمال کیا۔ نہ کبھی حضور کی نبوت پر شک کیا۔ نہ رسول کے راندے ہوئے
کسی شخص کو پیار سے اپنے پاس رکھا۔ نہ ان کی زندگی کا کوئی لمحہ ثبت پرستی سے انکار
ہوا۔ ہر ایک کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے دادیان برحق ہے نظیر ہیں اور افضل
المخلوقات ہیں۔

کیا ہی اچھا ہو کہ جس طرح ہمارے سردار محترم ہیں۔ اسی طرح ہماری قوم
بھی کم از کم اپنے اعمال میں اس قابل نہ ہو جائے کہ اپنے کو علی کا شیعہ کہتے ہوئے
ندامت محسوس نہ ہو۔ ہمیں صادق آل محمد کا یہ فرمان ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے
۔ ہمارے شیعو! ہمارے لئے زینت بنتا۔

ماہ محرم تعلیمات کی حیات کا وقت ہے۔ اسی مہینے میں اسلام کو نئی زندگی
بخشی گئی۔ ازراہ نفاذ سن عہد کیجئے کہ ہم آئمہ کی تعلیمات پر عمل کو یں گے اور حسین مظلوم کی
یہ وصیت کبھی بھی نہ ڈھولیں گے۔ "کسی مادی طاقت اور کسی طاقتور انسان کے حکم کو خدائی حکم
کے مقابلے میں اہمیت نہ دو"۔ والسلام۔ آپ کاخلص عبدالکریم مشتاق۔ تقریباً دہشتہ اقلیم
۲۵ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

ضمیمہ

مذہبِ سُنیہ کے غیر فطری اور خلافِ عقل ہونے کی لاجواب دلیل

مذہبِ اہل سنتہ و اجماع کے دو ستون بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ سنتِ رسول کریم
۲۔ طریقِ اصحاب

کوئی ایک سنی بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ سنی مذہب کے مطابق ہدایت کیلئے
یہی دو نشان قائم کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ہم ان دونوں کی بنیادی حیثیت زیر بحث لا کر فیصلہ
تاریخ کے فہم و تدبیر پر چھوڑتے ہیں۔

اولاً ان دونوں کو اس طرح الگ الگ کیا گیا ہے کہ ان میں مجبوری اور علیحدہ از خود
ثابت ہے کہ سنتِ رسول الگ شے ہے اور طریقِ اصحاب دوسری چیز ہے اگر دونوں
ایکے ہیں تو پھر سنت و طریق میں کیا فرق ہے۔ جبکہ سنتِ رسول کافی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ
جو بات سنت سے جدا ہوگی اُسے امر جدید کہا جائے گا جسے اہل مذہب بدعت
کہتے ہیں۔ پس سنتِ رسول اور طریقِ اصحاب کا الگ الگ ہونا ہی ثابت
کرتا ہے کہ مذہبِ سُنیہ کی اساس ہی بدعت پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شوری کے
وقت حضرت عائشہؓ پر وی دشمنین کی شرط نامعلوم فرما کر اقتدار کو ٹھوکر لگادی تھی اور
واضح کر دیا تھا کہ سیرتِ رسول یعنی سنت کے بعد کوئی اور شے لائق اتباع نہیں ہے
دوم یہ کہ طریقِ اصحاب اور سنتِ رسول میں علیحدگی ثابت کرتی ہے کہ اگر نہ
السننت و الجماعۃ حضور کی سنتِ معاذ اللہ جامع و مکمل نہیں تھی تو سیرتِ اصحاب
نے کمی پوری کی ورنہ حضور کی سنت کے بعد اصحاب کی سیرت کی کیا ضرورت

رہی۔ کیا اصحاب نے سنت رسول کے علاوہ کسی دیگر چیز کی پیروی کی۔
 چنانچہ ایسی صورتیں ایک طرف تو کلام خدا کا انکار کرنے کے دین کو ناممکن اور اہم اور اماننا
 پڑتا ہے جو کہ امرِ محال ہے کہ حضور پر دین مکمل کر دیا گیا۔ یا پھر یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اصحاب
 نے اپنی رائے سے دین میں قطع کرید کی جو خلاف سنت ٹھہرا۔

پس بنیاد مذہب ہی قرآن و سنت کے خلاف قرار پائی اور جو مذہب بنیادی طور
 پر ہی کلام خدا اور سنت رسول خدا کے خلاف ثابت ہو۔ وہ دعویِٰ حق کس بل بوتے پر
 کر سکتا ہے؟ مگر یہ تو تھا مذہب ہی انداز۔ دین اسلام فطرت و دانش کے تمام تقاضے
 پورے کرتا ہے۔ لہذا مذہب حق وہی ہو گا جسے فطرت و عقل سلیم کی تائید حاصل ہو۔
 انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ اسے "عقل" جیسی نعمت
 کا انعام کیا گیا ہے۔ ورنہ باقی تمام باہنی حیوانات میں بھی پائی جاتی ہیں اور حسب ضرورت
 فطری شعور بہ مخلوق کو حاصل ہے مگر جو عقل با عتد شرف انسانیت قرار پائی وہ یہ ہے کہ
 مقصد و مفسر میں تمیز کرتی ہے۔ یعنی یوں کہیے عقل کی سادہ تعریف یہ ہے کہ اچھائی اور
 برائی کی شناخت کرنے والی کسوٹی کو عقل کہتے ہیں عقل یہی تو ہے کہ انسان غور و فکر اور
 سوچ و بچار کر کے ہر کام انجام دے۔ آج کو نہ سمجھتے کہ جلا دے گی زمین کھائے کہ زندگی کا خاتمہ
 کرو گیا نفع پہنچا تو اسے امور اختیار کرے اور ضرر مال ہاتوں سے محفوظ رہے ٹیکو کاروں میں بیٹھے اور بکا
 سے ڈر رہے۔ الغرض جملہ کائناتی امور اسی اصول سے منسلک ہیں کہ ہر بات کے مثبت
 منفی پہلوؤں پر تدبیر کیا جائے۔

دین اسلام دراصل ہدایت عقلانی ہے۔ لہذا ہر صحیح اسلامی عقیدہ اور عبادت
 عقل سے ہم آہنگ ہے۔ اور کسی مقام پر بھی اسلام کا کوئی رکن عقلِ خالص سے جدا نہیں ہوتا
 بلکہ اس طرح مربوط ہے کہ فی الحقیقت اسلام ہی کا نام عقل و دانش ہے۔

لہذا اب عقل سے کام لیجئے اور سوچیے کہ فطری طور پر ہر انسان صاحب شعور کا عقلی تقاضا
یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اچھی چیز کو پسند کرتا ہے۔ اور بُری کو ناپسند۔ چنانچہ دین حقہ بھی تو یہی
دعوت دیتا ہے کہ نیکی کا راستہ اختیار کیا جائے اور بدی کی راہ پر نہ چلا جائے۔ یعنی نیک
بد میں خوب تمیز کر لی جائے۔ اس کے علاوہ بتا دیجئے گا اسلام کیا ہے؟

بوادراہے گمراہی قدر ایہ بالکل سیدھی بات ہے یہاں نہ ہی کسی منطق کی ضرورت
ہے اور نہ ہی فلسفہ کی کہ اگر کوئی مذہب فطرت کے اس اصول کے خلاف پرچار کرے کہ
نیکی بدی برابر ہے۔ نیک افراد اور بدکردار سب مساوی ہیں اچھے کو اچھا اور بُرے کو بُرا
سمجھنا بُری بات ہے۔ نقصان ہو یا نفع بس خاموشی بہتر ہے تو ایسا مذہب فطرت سے
انحراف کرتا ہے یا نہیں؟ عقل کی مخالفت ہوگی یا نہیں؟

انتہائی تعجب ہے کہ نبی زندگی میں تو انسان بات بات پر پھونک پھونک کر
قدم رکھے مگر مذہبِ رحمن کا تعلق مادی و روحانی دونوں زندگیوں سے ہے) کے علاوہ
میں خلاف فطرت اندھی تقلید کرتا رہے۔ اگر ایسا عقلاً یا مذہباً درست ہوتا تو پھر
بتا دیجئے کہ انبیاء و مرسلین کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ حجتِ خدا کا مشن ہی حق
و باطل میں تمیز جانا ہوتا ہے۔

مگر افسوس یہ ہے کہ مذہبِ اہلسنتہ و الجماعت میں سب سے کاری ضرب
اس ہی فطرت پر لگتی ہے۔ کہ سنیوں کے مطابق اصحاب پر تنقید کرنا میوہ بہت
اور ہر صحابی کا اتباع با عتق نجات ہے۔ حالانکہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ اصحاب
معصوم نہیں ان سے غلطی و خطا (سہواً و قصداً) کا سرزد ہونا ممکن ہے۔ نیز یہ کہ جماعت
صحابہ میں نیکو کار اور دیندار حضرات رضوان اللہ علیہم کے علاوہ دنیا پر مست اور
خطا کار افراد بھی تھے۔ جن سے کبائر کا سرزد ہونا کتب میں مسکتہ طور پر مذکور ہے لیکن
مذہبِ حنبلیہ کی یہ پابندی کہ ان میں نیک و بد کی تمیز روا نہیں ہے اور تمام اصحاب

ہر طرح کی تنقید سے بالا ہیں۔ عقل و شعور کے صحیحاً خلاف ہے۔
پس چونکہ یہ مذہب بنیادی طور پر ہی فطرت و عقل کے اشد خلاف اور غیر
معقول ہے۔ لہذا لائق اتباع نہیں ہے۔

اس کے برعکس چونکہ مذہب شیعہ میں نیک و بد، اچھے بُرے کھوٹے کھرے
کامل و ناقص، کار و فرار وغیرہ کی تمیز کرنا ضروری ہے جو کہ فطری عقل و دانش کا
تقاضا ہے لہذا یہی مذہب پیروی کے قابل ہے۔

مذہب شیعہ کی اساس کتاب محمد اور اہلبیت رسول خدا ہیں جن دونوں
میں جہاں نہیں حتیٰ کہ حوض کوثر پر اکٹھے ہی بارگاہِ رسول میں وارد ہوں گے
اور دونوں سنوں دراصل ایک ہی ہیں۔ کہ ایک کتاب صامت اور دوسرا
کتاب ناطق ہے۔ ایک احکام ہے اور دوسرا تشریح۔ ایک بیان ہے دوسرا تعبیر ہے
ایک کتاب ہے دوسرا معلم ہے کہ اکیلی کتاب بغیر معلم کے کافی نہیں ہوتی ہے
ورنہ مدرسوں، سکولوں اور کالجوں وغیرہ سے اساتذہ کی چھٹی گودا کر صورت
طلباء میں کتابیں تقسیم کر کے نظام تعلیم کا سلسلہ جاری رکھ کر ثابت کیجئے
وصاعلیٰ البلاغ

طالب دُعا
عبد الکریم مشتاق
۵ اگست ۱۹۶۷ء

پتہ -
۳/۵/۱۱/۸ - ناظم آباد
سکراچی نمبر ۱۸

سید سکریٹری

حیدرآباد و لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-۵۹